

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد

سوال اول میں گزر چکا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سے علم نہیں۔ کہ خدا نے آپ کی طبیعت ہر شے کے لئے شیشہ بنا دی۔ اور جیسے خدا پر ہر شے روشن ہے۔ اسی طرح آپ پر بھی روشن ہو بلکہ آپ کا علم بذریعہ وحی ہے۔ جب وحی ہوتی ہے۔ تو آپ کو علم ہوتا ہے۔ اگر وحی نہ ہو تو علم نہیں ہوتا۔ مثلاً قیامت کا آپ کو علم نہیں کہ کب ہوگی۔ اس طرح اور کئی باتوں کا علم نہیں۔ چونکہ نمبر اول میں بیان ہو چکا ہے۔ پس آپ کو مطلق علم ہے۔ یعنی اشیاء کا علم ہے۔ نہ علم مطلق یعنی علم کلی۔

منطقی طریق اگر منطقی طریق سے سمجھنا چاہیں۔ تو یوں سمجھ لیں کہ کلی کے تین مرتبے ہیں۔ (۱) بشرط شئی (۲) بشرط لاشی (۳) بشرط شئی۔ پہلا مرتبہ خصوص کا ہے۔ دوسرا عموم کا تیسرا جامع بین الخصوص والعموم ہے۔ پہلے کی مثال حیوان بشرط ناطق دوسرے کی مثال حیوان بشرط لاطن تیسرے کی مثال مطلق حیوان جس کے ساتھ ان دونوں شرطوں سے کوئی ہیں۔ اس تیسرے پر خصوص کے احکام بھی جاری ہوتے ہیں۔ اور عموم کے بھی مثلاً زید مر جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ حیوان مر گیا اگر حیوان کے تمام افراد انسان وغیرہ مر جائیں تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ حیوان مر گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہ مرتبہ موعوم اجتماع تفتیش کو ہے۔ مثلاً کہہ سکتے ہیں کہ حیوان زندہ بھی ہے اور نہیں بھی زندہ اس لئے کہ زید زندہ ہے اور نہیں اس لئے کہ عمر مر گیا ہے۔ کیونکہ جب خصوص عموم دونوں کے احکام اس میں جاری ہوتے ہیں۔ تو ایک فرد کا ایک حکم اور دوسرے کا دوسرا حکم دونوں اس پر جاری ہوں گے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں محض عموم کا محل ہوتا ہے۔ بہت علماء اس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ بشرط شئی کو لیتے ہیں۔ مثلاً جب کسی شے کی تعریف یا تقسیم کرنی ہو۔ تو معروف کو یا مقسم کو کس مرتبہ میں اعتبار کریں گے! میرا زید وغیرہ دیکھتے ہیں۔ کہ بشرط لا (دوسرا مرتبہ) معتبر ہوگا۔ اور قاضی مبارک وغیرہ دیکھتے ہیں۔ بشرط لا تجرد کا مرتبہ ہے۔ جو قاضیہ طبعیہ کا موضوع ہے اور قاضیہ طبعیہ میں حکم افراد کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ اس لئے تقسیم وغیرہ کے موقع پر بشرط لا معتبر نہیں۔ بلکہ یہی تیسرا مرتبہ بشرط شئی معتبر ہوگا۔ اور موضوع علم جس کے عوارض ذاتیہ سے علم میں بحث ہوتی ہے۔ اس میں بھی یہی نزاع ہے بلکہ ہر عموم کے محل میں یہی جھگڑا ہے۔ میری تحقیق اس میں کچھ اور ہے۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ فریقین کی نزاع لفظی ہے۔ جیسے کلی کے حصے فرد۔ شخص میں فرق کرتے ہیں۔ کہ فرد میں قید عقیدہ دونوں داخل ہوتی ہیں۔ جیسے مطلق مقیدہ اور حصہ میں صرف تقید داخل ہوتی ہے۔ جیسے ضرب زید اور شخص میں دونوں خارج ہوتی ہیں۔ جیسے زید اس طرح بشرط لاین اور اگر قید عنوان میں داخل ہو۔ اور ممنوع سے خارج ہو تو اس صورت میں عموم کے موقع پر بشرط لا معتبر ہونا چاہیے۔ کیونکہ عموم کے موقع پر خصوصی احکام سے کوئی تعلق نہیں۔ کہ لا بشرط شئی کی ضرورت ہو۔ بلکہ صرف عمومی احکام کے افراد کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت ہے۔ سو یہ اس صورت میں حاصل ہے اگر لا بشرط شئی کا اعتبار کریں۔ تو اس میں دلالت تصنیفی کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ لا بشرط شئی خصوصی احکام کا بھی محتمل ہے۔ جو عموم کے موقع پر معتبر نہیں اور اگر بشرط لاین قید عنوان ممنوعوں میں داخل ہو۔ تو یہ تجرد کا مرتبہ ہے تو اس صورت میں عموم کے موقع پر لا بشرط شئی معتبر ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس وقت بشرط لا کے احکام افراد کی طرف منتقل نہیں ہوں گے۔ جیسے حیوان جنس والا انسان نوع وغیرہ۔ خیر فریقین کی نزاع کا ذکر تو یہاں بالتبع تھا۔ ہمارا اصل مقصد کلی کے تین مراتب کی توضیح ہے۔ سو اس تفصیل سے کافی ہو چکی ہے۔ اب علم کو لیتے۔ یہ بھی ایک کلی ہے اس لئے بھی یہی مرتبے ہیں۔ بشرط شئی تو ایک معین شے کا علم ہے۔ جیسے قیامت کا علم یا کسی کی موت کا علم وغیرہ اور لا بشرط شئی نفس علم جس میں احتمال ہے۔ کہ بعض کا علم ہو یا کلی کا ہو گویا قاضیہ مہملہ کا موضوع ہے جو جزئیہ کی قوت میں ہے کیونکہ بعض ہر صورت میں ضروری ہیں۔ اگر بعض ہوتے تو ظاہر ہے اگر کلی ہوتے۔ تو اس کے ضمن میں بعض دیکھنے یہی مطلق الشئی ہے اور بشرط کل اشیاء کا علم ہے۔ جو قاضیہ کلیہ کا موضوع ہے۔ اور پر کلی تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اشیاء کا علم ہے۔ نہ کل کا پس آپ کا علم مطلق العلم تھا۔ نہ العلم المطلق ہاں یہاں یہ شبہ ہوتا ہے۔ کہ ہمارا علم بھی مطلق العلم ہے تو پھر آپ میں اور ہم میں کیا فرق ہو! اس کا جواب یہ ہے۔ چونکہ مطلق العلم میں چونکہ علم بالوحی بھی داخل ہے۔ اس لئے آپ ہم میں فرق ہو گیا۔ چونکہ ارشاد ہے۔

قُلْ إِنشَاءَنَا بِشَرِّكُمْ لَوْ عَظَمْنَا لِي (پ ۶ ا ۳) ترجمہ۔ کہہ دے میں تمہارے عیسائے بشر ہوں۔ صرف میری طرف وحی ہوتی ہے۔ اس آیت سے حضوری اور حصولی کا سوال بھی حل ہو گیا۔ کیونکہ جب آپ ہماری طرح بشر ہیں۔ اور ہمارا علم اپنے نفس اور اس کے صفات سے حضوری ہے اور وہ بجز اشیاء سے حصولی ہے۔ تو آپ کا بھی اس طرح ہوگا۔ صرف اتنی بات ہے۔ کہ باطن کی زیادہ صفائی ہونے کی وجہ سے آپ کو بذریعہ وحی بھی علم ہوتا تھا ہمیں نہیں ہوتا۔ مگر زیادہ صفائی انسان کو بشریت سے خارج نہیں کرتی۔ چنانچہ آیت مذکورہ اس کی شاہد عدل ہے۔ اور عقلاً بھی یہی بات صحیح ہے۔ کیونکہ زیادہ صفائی کے صرف یہ معنی ہیں۔ کہ خواہش نفسانیہ پر قوت عقلیہ کا پورا تسلط ہو۔ اگر کسی وقت خواہش نفسانیہ سمر اٹھائے۔ تو اس کو دبا سکے۔ پھر اس کے مختلف مراتب ہیں۔ اور انبیاء علیہ السلام اس کے اعلیٰ مرتبہ پر ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء علیہ السلام میں بھی تفاوت ہے۔ آنحضرت سب سے فوق ہیں۔ ہاں اگر زیادہ صفائی کا یہ معنی ہوتا۔ کہ خواہش نفسانیہ کا وجود ہی نہ ہونے دیکر لوازم بشریہ ہوں جیسے فرشتوں کا حال ہے تو پھر بشریت کی نفی ممکن تھی۔ مگر یہ آیت مذکورہ کے خلاف ہے اور واقعات کے بھی خلاف ہے مثلاً آپ میں بھول چوک تھی۔ آپ کھاتے پیتے بھی تھے۔ آپ نے شادیاں بھی کیں۔ آدم کی اولاد تھے۔ آپ کے میں باپ بھی تھے اور بدستور بشریت پیدا ہوئے۔ اولاد بھی جنی جو نسل بعد نسل بدستور بشریت پڑھی۔ جو اس وقت ہمارے سامنے پوری بشریت کے موجود ہے اور ہمارے ان کے آپس میں پوری بشریت کے تعلقات ہیں۔ ہاں بہہ اگر کوئی بھی کہتا جائے کہ وہ بشر نہیں تو اس کی مثال اس کو لے کر ہے کہ جو کہتا جائے کہ میں کالا نہیں۔ سچ ہے۔

بتوں سے ہم نہ پھر میں ہم سے گو خدا پھر جائے

نوٹ۔ علم حضوری اسے کہتے ہیں۔ کہ جس شے کا علم ہو۔ وہ خود قوت مدرکہ کے سامنے ہو اور حصولی اسے کہتے ہیں کہ جس کا علم وہ خود سامنے نہیں۔ بلکہ اس کی صورت یا اس کا عکس قوت مدرکہ میں حاصل ہو جیسے شیشہ میں زید کا عکس ہوتا ہے۔ فتاویٰ روپڑی جلد اول ص ۲۰۸، ۲۰۹

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 10 ص 11-14

محدث فتویٰ

